محبت الٰہی ومحبت رسول کا مضمون نیز عظیم الشان تحریک وقف نو کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ / اپریل ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ: ۲۴)

پھر فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں مَیں نے قرآن کریم کی ایک اور آیت تلاوت کی تھی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو یہ اعلان کر دے اگر تم واقعی حقیقۃً اللہ سے محبت کرتے ہو یا فی الواقعی خدا ہی سے محبت کرنا چاہتے ہو فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ تو تم میری پیروی کرو یقیناً خدا تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس مضمون کے کچھ پہلو میں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کئے تھے کچھ آج بیان کروں گا۔ اس دوسری آیت کے تابع جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویٰ کے نتیجے میں

آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی کا حکم ملا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس میں کیا منطقی جوڑ ہے اور پھر یہ پیروی کس طرح ہوسکتی ہے؟ کس رنگ میں پیروی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

ایک انسان ایک ملک کے قانون کی بھی اطاعت کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے Instructor کی جس جس موضوع پر بھی کوئی Instructor مقررہ ہوا ہو اس کی بھی پیروی کرتا ہے اس کی نقل اتارتا ہے اور یہ دونوں قسم کی اطاعتیں محبت کے بغیر ہوتی ہیں۔ بسا اوقات ان میں محبت کا نہیں بلکہ نفرت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں بڑے بڑے ظالم ڈکٹیٹر گزرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جن کی کروڑوں کی قومیں، کروڑوں کی تعداد میں قوم کے افراد اطاعت کر رہے ہیں اور نفرت کے ساتھ اطاعت کر رہے ہیں تو اگر اسی قسم کا حکم ہے جیسے ایک جابر حکم صادر کر دیتا ہے کہ تم میرے قبضہ قدرت میں ہو تمہاری مجال نہیں کہ میرے حکم کی نافرمانی کر سکو اس لئے اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو پھر محمد مصطفی ﷺ کی پیروی کرو۔ کیا نعوذ باللہ من ذالک یہ مضمون ہے جو بیان ہوا ہے؟ یہ مضمون ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آغاز اس بات سے کیا گیا ہے کہ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو جس سے محبت ہو اس میں ڈکٹیٹر شپ اور مغلوب کے تعلقات کا کوئی تصور ہی نہیں پایا جاتا ہے۔ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ کی شرط نے واضح کر دیا کہ جو کچھ بھی کرو گے محبت کی وجہ سے کرو گے۔

اس لئے ایک منطقی رشتہ خدا کی محبت کا ہے جسے محمد مصطفی ﷺ کی غلامی اور اطاعت میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ پس اس اطاعت میں بھی محبت ہی کا پہلو غالب رہنا چاہئے اور محبت ہی کے نتیجے میں وہ اطاعت ہونی چاہئے۔ اب اگلا سوال یہ ہے کہ حکماً بھی کیا محبت ہو سکتی ہے؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے تمہیں محبت ہے؟ ہم کہتے ہیں ہاں! ہمیں محبت ہے۔ ہم نے تیرا حسن دنیا میں جلوہ گر دیکھا، تیرے اتنے بے انتہا احسانات صبح، دوپہر، شام، رات، دن اور رات کا لمحہ لمحہ ہم تیرے فضلوں کو دیکھتے ہیں، تجھے تیرے کائنات کے حسن میں جلوہ گر دیکھتے ہوئے تجھ پہ عاشق ہوتے چلے جا رہے ہیں اور پھر ہر روز جو تو نے ہمارے لئے سامان مہیا فرمائے ہیں پیار اور محبت کے ساتھ ہر قسم کی نعمتیں عطا کیں، ہر قسم کی زندگی کے نظام کی حفاظت کے سامان بخشے، ترقیات کے قوانین ایسے بنائے جن کے نتیجہ میں مسلسل انسان آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

غرضیکہ اس مضمون کا احاطہ تو نہیں ہو سکتا لیکن خلاصۃً ایک انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ تیری محبت کی وجوہات اور تیرے حسن کی شہادتیں ساری دنیا میں بکھری پڑی ہیں پھر تیرے حکم سے ہم کیسے محبت کرنے لگیں۔ اس حکم کے اندر چونکہ خدا تعالیٰ حکمت کاملہ رکھتا ہے اس حکم کے اندر کوئی غیر منطقی بات نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس بات کو تو بہر حال ہمیں کلیۃً فراموش کر دینا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ حکم کے نتیجہ میں محبت چاہتا ہے۔ اگر آپ کو کسی سے محبت ہے تو اس کے جواب میں وہ بھی محبت کا ایک اظہار فرماتا ہے اور آپ کو ایک ایسی چیز کی طرف یا ایک ایسی ہستی کی طرف جواباً اشارہ کرتا ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میں اپنی محبت کا ایک ظاہری عکس ایسا انسانوں میں بھی تمہیں بتاتا ہوں کہ جس طرح کائنات کا تم مشاہدہ کرتے ہو اور اس میں ہر طرف حسن دیکھتے ہو اور عاشق ہوتے چلے جاتے ہو اس طرح ایک ایسی محبوب ہستی میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جو میرے عشق کی وجہ سے سنوری ہے، میری محبت کے نتیجے میں اس میں حسن پیدا ہوا ہے۔ اس کو دیکھو اور اس پہ عاشق ہو جاؤ اور عاشقانہ اس کی اطاعت کرو۔

یہ مضمون ہے جو اس آیت میں مخفی ہے اور دوسری آیات میں اس کا کھلا کھلا اظہار فرما دیا گیا ہے۔ پس جواب گویا خدا کی طرف سے یہ ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت تو ہے یا ارادہ ہے یا خواہش ہے کہ سچی اور حقیقی محبت کرو لیکن کوئی ایسا عاشق صادق تمہیں معلوم نہیں جس کے ساتھ میں نے بھی محبت کی ہو۔ اس لئے اگر تم اس کے پیچھے چلو جس کے ساتھ میں نے محبت کی ہے تو لازماً قطعی طور پر میں بھی تم سے محبت کرنے لگوں گا اور جس سے خدا محبت کرتا ہے وہ لازماً حسین ہو گا کیونکہ قابل نفرت وجود سے خدا محبت نہیں کر سکتا محض کسی کی محبت کی وجہ سے محبت نہیں کر سکتا۔ جس شخص کے متعلق خدا یہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے محبت کی ہے یہ اس کے اندر مضمر ہے اس کے بغیر بات بنتی کوئی نہیں اس لئے لازماً اسے Understood جس طرح کہتے ہیں، اس کے اندر مخفی اور پوشیدہ پیغام کے طور پر آپ کو دیکھنا پڑے گا ورنہ کوئی منطقی بات نہیں بنتی۔ اگر تم محبت کے دعوے دار ہو تو محبت چاہتے ہو، میں تمہیں ایک ایسے شخص کا پتا بتاتا ہوں جو مجھ سے محبت میں انتہا کر گیا اور جو خود بھی اتنا حسین تھا اور میری محبت کے نتیجے میں مزید اس کا حسن چمکا تو میں نے اس سے بہت محبت کی پس تم ان رستوں پر چل پڑو، جن رستوں پر وہ چلتا ہے تم میں بھی اک حسن پیدا ہونا شروع ہو جائے گا اور میں تمہارے

حسن سے بھی محبت کرنے لگوں گا۔

یہ ہے مکمل جواب جو اس آیت میں دیا گیا۔ اس کی تائید میں قرآن کریم میں مختلف آیات میں، مختلف رنگ میں ہمیں ذکر ملتا ہے ان میں سے ایک آیت جو میں نے ابھی تلاوت کی تھی وہ اس مضمون کو ایک بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہے فرمایا:۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۴﴾

کہ اے محمدؐ! یہ بھی اعلان کر کہ اگر تمہارے آباؤ اجداد اور تمہاری اولادیں، تمہاری آئندہ نسلیں اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے قبائل اور قومیں اور وہ اموال جن کو تم کماتے ہو اور محنت کے ساتھ حاصل کرتے ہو اور وہ تجارتیں جن کے متعلق خوف دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں نقصان نہ ہو جائے اور وہ رہنے کے گھر جن سے تم راضی ہو یعنی وہ محلات اور مکانات جو تمہاری تمناؤں کے مطابق بنائے گئے ہوں أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ پیارے ہیں اور خدا کے رستے میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ پھر تم انتظار کرو یہاں تک کہ خدا اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ یعنی کیا مطلب ہے ایسا فیصلہ صادر فرمادے جس سے تمہاری محبت کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے اور خدا کا پیار پانے کی بجائے اس کی تم ناراضگی کو دیکھ لو۔

چنانچہ فرمایا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ خدا تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ تو فسق کی یہ تعریف فرمائی ہے قرآن کریم نے اور فسق کی یہ تعریف آپ کو دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ فسق سے تو ہم عموماً یہ سمجھا کرتے تھے کہ گناہ کرنا، واضح طور پر ناپسندیدہ حرکت کرنا۔ فسق کو محبت کے مضمون میں داخل فرما دیا قرآن کریم نے اور عدمِ محبت کو فسق قرار دیا۔

فرمایا محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت بھی خدا کے بعد لازم ہے اگر تم اس وجود سے محبت نہیں کرتے

تو تم فاسق ہو۔ اب محبت نہ کرنے کا تعلق فسق سے کیا ہے؟ یہ تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی اطاعت میں تھا۔ ایک ذرہ بھی ایسا نہیں جس میں کوئی نقص ہو۔ اگر کوئی نقص ہوتا تو خدا تعالیٰ ہمیں کامل پیروی کا حکم نہ دیتا۔ جب خدا نے کامل پیروی کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کی رضا کے لئے ہے اور جو عمل خدا کی رضا سے باہر ہے وہ فسق ہے۔

پس یہ فسق کی تعریف قرآن کریم نے فرمائی جو محبت کے مضمون میں لپیٹ کر بیان کی ہے لیکن حیرت انگیز ہے۔ اگر تمہیں محمد رسول اللہ ﷺ اور اس قسم کی جہاد والی زندگی سے پیار نہیں جو رسول اکرم ﷺ نے زندگی بھر جہاد کر کے دکھایا تو پھر تمہاری یہ حالت فاسقوں جیسی ہے اور جہاں جہاں تم اس سنت سے ہٹتے ہو وہاں فسق میں داخل ہو جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اب یہاں جہاد فی سبیل اللہ کی محبت کا ذکر فرمایا حالانکہ بظاہر انسان یہ سوچ نہیں سکتا کہ جہاد سے بھی محبت ہو۔ یہاں صرف تلوار کا جہاد مراد نہیں ہے۔ محبت کے نتیجے میں محبوب کو حاصل کرنے کے لئے ہر کوشش کا نام قرآن کریم نے جہاد رکھا ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی محبت کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر ایک تعلق میں یہ مضمون ظاہر کر رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس طرح زندگی گزاری اس زندگی کا ہر لمحہ جہاد تھا ہر وقت تو آنحضرت ﷺ تلوار ہاتھ میں لئے نہیں پھرا کرتے تھے، ہر وقت تو تیر کمان ہاتھ میں نہیں رہتا تھا۔ شاذ کے طور پر جب غزوات میں آپؐ شامل ہوئے تو عملاً دشمن سے دو بدو لڑنے کا موقع بھی آپؐ کو میسر آیا مگر آپؐ کا جہاد اس وقت بھی تھا جب تیرہ سال کی مکی زندگی میں انتہائی مظلومیت کی حالت میں آپ زندگی گزار رہے تھے۔ پس جہاد صرف مارنے کا نام نہیں ہے اس سے بڑھ کر مار کھانے کا نام ہے اور خدا کے رستے میں دن رات اس کی محبت میں مگن ہو کر زندہ رہنے کا نام ہے۔ اس کے متعلق فرمایا اگر تمہیں ان چیزوں سے محبت نہیں ہے تو پھر تمہارا خدا سے محبت کا دعویٰ نہ صرف غلط بلکہ خدا کے نزدیک تمہاری زندگی فاسقانہ ہے۔

اب یہاں پہنچ کے بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکم تو بہت سخت لگایا گیا ہے مگر محبت حکماً کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ جیسا کہ میں نے پہلے سوال اٹھایا تھا۔ محبت اور حکم کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں، آپ کو

کوئی آدمی کتنا ہی پیارا ہو اس کو آپ کہیں کہ تم فلاں چیز سے محبت کرنے لگ جاؤ۔ وہ آپ سے کتنا ہی پیار کرتا ہو اس سے آپ کہیں کہ فلاں چیز سے محبت کرنے لگ جاؤ۔ وہ سمجھے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے اس کے دماغ میں کوئی نقص ہے۔ دنیا کے شاعر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ:۔

تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں
میرا دل پھیر دو مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

عجیب شرطیں لگا رہا ہے کہ تم سے تو محبت کروں ساتھ ان سے بھی محبت کرنے لگ جاؤں جو تمہارے چاہنے والے ہیں۔ ''میرا دل پھیر دو'' مجھے واپس کرو میرا دل، مجھ سے یہ جھگڑا نہیں ہوسکتا ہے اور اللہ کی شان دیکھیں یہی فرما رہا ہے۔ مجھے چاہو، میرے چاہنے والوں کو بھی چاہو اور اگر نہیں چاہو گے میرے چاہنے والوں کو تو تم فاسق ہو، تمہاری محبت مردود ہے۔ یہ ہے اصل حکیمانہ کلام۔ حقیقت میں محبت کی اعلیٰ نشانی اور اس کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ جس سے آقا پیار کرے اس سے بھی پیار ہو جائے اور جو اپنے محبوب سے پیار کرتا ہو اس سے بھی محبت بڑھے نہ کہ اس سے دشمنی بڑھے۔

چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو اور جگہ بھی کھول کر بیان فرمایا ایک دعا سکھائی کہ اے خدا! ہمارے دلوں میں مومنوں کے لئے غلّ نہ پیدا کرنا جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گے پہلے آگے ہم تجھ سے التجاء کرتے ہیں کہ کسی بنا پر کسی غلط فہمی کی وجہ سے بھی ان کے لئے ہمارے دل میں کوئی ٹیڑھا پن نہ پیدا کر دے۔

اس آیت میں شیعہ کے غلط فلسفہ کا جواب ہے ہمیشہ کے لئے۔ وہ ایسی باتیں بتاتے ہیں آج ہمیں یا ان میں سے بعض جن کے نتیجے میں ایمان میں سبقت لے جانے والوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور قرآن کریم نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ وہ لوگ جو سبقت لے گئے اوّل دور کے ایمان لانے والے تھے۔ اے خدا! ہمیں ان سے نفرت نہ ہونے دینا۔ غلط فہمی سے تاریخ کے غلط سمجھنے کے نتیجے میں یا غلط روایات کے پہنچنے کے نتیجے میں ہوسکتا ہے ہمارے دل میں کجی پیدا ہو جائے اور ان کے لئے سختی پیدا ہو جائے۔ تو دعا سکھائی کہ اے اللہ! ان کے لئے ہمارے دل کو نرم رکھنا۔ وجہ کیا ہے؟ وہ خدا کو چاہنے والے تھے اور وہی مضمون ہے کہ مجھے چاہتے ہو تو میرے چاہنے والوں کو چاہو۔ اس کے بغیر وحدت نہیں پیدا ہو سکتی ہے یہ ہے اس کا اصل فلسفہ اگر خدا کے عشق کے نتیجے میں رقابت پیدا ہوتی

اور رقابت کی اجازت ہوتی تو جتنے خدا کے محبت کرنے والے تھے، اتنے ہی تعداد میں خدا کی خدائی کے تصور بٹ جاتے ۔ امت واحدہ کے پیدا ہونے کا سوال ہی باقی نہ رہتا۔ ہر خدا سے محبت کرنے والا، دوسرے خدا سے محبت کرنے والے سے جل رہا ہوتا، حسد کر رہا ہوتا نفرت کر رہا ہوتا کہ وہ کون ہوتا ہے اس خدا سے محبت کرنے والا جس سے میں کر رہا ہوں ۔ یہ جہالت کا عشق تو صرف دنیا کے لئے خدا نے رہنے دیا۔ اپنے لئے وہ عشق چنا جو وحدت کاملہ پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور اس وحدت کا دائرہ بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے محبت کی تعلیم اس رنگ میں خدا تعالیٰ نے دی اور جس وسعت کے ساتھ جس حکمت کے ساتھ باہمی رابطے کے ساتھ قرآن کریم محبت کی تعلیم ہے۔ آپ جائزہ لے کے دیکھیں دنیا کے کسی اور مذہب میں آپ کو اس جیسی اتنی حسین، اتنی کامل اتنی مضبوط تعلیم دکھائی نہیں دے گی۔

آنحضرت ﷺ سے محبت پہلی بات یہ کہ کسی حکم اور جبر کی وجہ سے نہیں، اس لئے ہے کہ وہ محبت کے لائق چیز اور خدا تعالیٰ نے نشاندہی فرمادی اور گواہی دے دی کہ اس سے بڑھ کے تمہیں کیا دلیل چاہئے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اگر انسان زیادہ حسین ہو تو کم تر حسن سے محبت کرنے کے کم امکانات ہوتے ہیں۔ جتنا زیادہ کوئی حسین ہوا تنا ہی اس کا معیار حسن بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ حسن کی سب سے بڑی دلیل اس آیت میں رکھ دی گئی ہے کہ وہ اتنا حسین ہے کہ میں اس سے محبت کر رہا ہوں اور اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر تم اس کی پیروی کرو گے، تم اس سے محبت کرو گے تو میں تم سے بھی محبت کرنے لگ جاؤں گا۔ پس آنحضرت ﷺ میں ذاتی حسن موجود ہے اور یہ حسن جو ہے اس کا بیان ہونا چاہئے، اس کا تذکرہ چلنا چاہئے، اس کی مجالس ہونی چاہئیں بڑوں اور چھوٹوں کو اس سے ذاتی واقفیت ہونی ضرور چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل
کیسے کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

(درثمین صفحہ:۱۱۱)

پس آنحضرت ﷺ کی محبت کا جب قرآن کریم نے حکم دیا جب قرآن کریم نے احسان فرمایا ہم پر یہ بتا کر کہ ایک بہت ہی محبوب ہستی موجود ہے جس کا پیار تمہارے دل میں خدا کا پیار پیدا

کرے گا اور خدا تم سے پیار کرنے لگے گا تو محض یہ کہنا تو کافی نہیں ہے:

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل

آنحضرت ﷺ کا دکھانا ضروری ہے۔

اس لئے میں نے گزشتہ سال یہ تاکید کی تھی کہ جوں جوں ہم غلبہ اسلام کی صدی میں داخل ہونے کے لئے قریب تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ سیرت کے مضمون پر جلسوں کی کثرت ہونی چاہئے تا کہ اس صدی میں اللہ اور رسول ﷺ کے عاشقوں کا ایک قافلہ داخل ہو۔ محض اسلام سب پہ غالب آنے کے بڑے بڑے نعرے بلند کرتے ہوئے خالی دل لوگ نہ ہوں بلکہ ایسے جن کے دل عشق الٰہی اور عشق محمد مصطفی ﷺ سے بھرے ہوئے ہوں جن کے خون میں وہ عشق جاری ہو چکے ہوں اس زادراہ کے بغیر آپ اب بھی اگلی نسل کی، اگلی صدی کی نسلوں کی زندگی میں کوئی عظیم الشان تبدیلی پیدا نہیں کرسکیں گے۔ بہت بڑی صدی ہے جو ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے کام ہونے والے ہیں۔ انہوں نے ہم سے رنگ پکڑنے ہیں اور وہ رنگ لے کے انہوں نے آگے بڑھنا ہے اس سے اگلی صدی کی طرف۔ پس پیشتر اس کے کہ وہ وقت پہنچ جائے اور ہم اس صدی میں داخل ہو رہے ہوں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس حسن کامل سے مزین ہونے کی کوشش شروع کر دیں جو اللہ اور رسولؐ کی محبت کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے، اسی کے نتیجے میں عطا ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پیروی کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود حضور اکرم ﷺ کو اپنی پیروی سکھائی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے:۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (الانعام: ۱۰۷)

کہ جو کچھ خدا تجھ پر وحی نازل فرمارہا ہے وہ کرتا چلا جا اور مشرکوں سے اعراض کر اور کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔ پس حضرت رسول اکرم ﷺ کی پیروی میں ایک ثانویت نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ خدا کہتا ہے کہ مجھ سے پیار کرتے ہو تو ایک اور تیسرے شخص سے بھی پیار شروع کرو۔ ایک ایسے شخص کے پیار کا حکم دیا جارہا ہے جسے خدا نے خود تربیت دے کر اپنے رنگ اس پر چڑھائے ہیں اور اپنے حسن کو زیادہ ہماری دسترس میں پہنچا دیا ہے۔ انسان کا جہاں تک تعلق ہے۔ انسان

کو انسان سے ملتی جلتی کوئی شکل نظر آنی چاہئے جس کے نتیجے میں وہ اس سے محبت کرے۔

چنانچہ ایک روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے وہاں کچھ لوگ بتوں کو سجا رہے تھے انہیں بندے پہنا رہے تھے انہیں کھڑا کر کے اور ان کے اوپر لباس چڑھا رہے تھے اور پھر یہ خود ہی ان کو سجا کر ان کے سجدے کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا حرکتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا دیکھو! ہم اس لئے ان کی عبادت کرتے ہیں ان سے پیار کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کا پیار سکھاتے ہیں پھر اور ان کے پیار کے ذریعے ہمیں اللہ کا پیار حاصل ہوتا ہے، مقصد تو وہی ہے جو تم باتیں کر رہے ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہ کتنی بیوقوفی بتوں سے تم کس طرح خدا کا پیار سیکھ سکتے ہو۔ وہ تو نہ پیروی کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں نہ ان کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ خدا کا پیار تو اس سے سیکھا جا سکتا ہے جسے خدا نے خود اپنا پیار سکھایا ہو۔ پس چونکہ مجھے خدا نے اپنا پیار سکھا دیا ہے اسی لیے تم میری پیروی کرو، اگر یہی تمہارا دعویٰ ہے تو پھر بتوں کی پیروی سے خدا کا پیار تو نہیں آسکتا۔

ایک اور موقع پر خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی محبت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے یا پیروی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کہہ دے اے میرے بندو! (یہ لفظی ترجمہ ہے اے میرے بندو!) اور محمد مصطفی ﷺ کو کہا جا رہا کہ اعلان کر و بنی نوع انسان سے کہہ دو اے میرے بندو! بعض تفسیر کرنے والے بڑے مشکل میں، الجھن میں پڑ گئے کہ آنحضرت ﷺ کو توحید کامل کا پیغام لے کر آئے خدا آپ کو یہ سکھا رہا ہے کہ کہو اے میرے بندو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس موضوع پر ایک سے زیادہ مرتبہ لکھا اور بہت ہی لطیف تفسیر فرمائی ہر موقع پر۔ ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں یہاں عبادی سے مراد غلام ہے مخلوق نہیں ہے ۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ سے مراد یہ ہے کہ اے محمدؐ! یہ اعلان کر کہ اے میرے غلامو! تو پیروی کا مضمون تفسیری زبان میں ہمیں سکھایا جا رہا ہے یہاں۔ جب خدا کہتا ہے اس کا فَاتَّبِعُوْنِيْ اس کا اعلان کرو تو مراد یہ ہے کہ میرے غلامانہ عاشق ہو جاؤ۔ جس طرح غلام آقا کی پیروی کرتا ہے اور اس پیروی سے فعل میں انحراف کی طاقت نہیں پاتا۔ تو ایسی کامل

محبت کرو محمد مصطفی ﷺ سے کہ تمہیں استطاعت نہ رہے نافرمانی کی گویا کہ فوری طور پر تمہاری ساری طاقتیں آنحضرت ﷺ کے سپرد ہو جائیں۔ کیوں ہو جائیں؟ اس کی دلیل قرآن کریم دوسری جگہ دے رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ (الانعام:۱۶۳) کہ میں یہ نہیں کہتا کہ تم میرے غلام بن جاؤ سب کچھ، میرے سپرد کر دو میری پیروی عاشقانہ شروع کر دو اس لئے نہیں کہ میری اپنی ذات میں کچھ رکھا ہے۔ میں تو اپنا سب کچھ لٹا چکا ہوں، میں نے اپنا کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ یہی اعلان کروا رہا ہے خدا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ میری ساری عبادتیں ان کا ایک ایک پہلو، میرے سارے روزے اور قربانیاں اور ان کا ہر پہلو، میرا تو مرنا اور جینا سب کچھ خدا کے لئے ہو چکا۔

پس آنحضرت ﷺ کے متعلق جب خدا یہ فرماتا ہے ان کے سپرد ہو جاؤ تو اس لئے نہیں کہ ایک بشر کو دوسرے بشر کے سپرد ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے بلکہ اس لئے کہ ایک بشر کو ایک ایسے وجود کے سپرد ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے جس نے اپنی بشریت کو فنا کر کے کلیۃً اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔

یہ اگر ہو تو پھر تمام انعامات کے دروازے کھلے ہیں مگر اس موقع پر انعامات کا ذکر نہیں ایک اور پہلو بیان کیا جا رہا فرمایا الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر:۵۴) وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، پہاڑوں کے برابر خواہ گناہ کئے ہوں پھر بھی انہیں کوئی خوف نہیں ہے اگر وہ محمد مصطفی ﷺ کے پیچھے لگ جائیں گے اور غلاموں کے طرح پیچھے لگیں گے تو ان کے وہ سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے کیونکہ خدا تمام گناہ بخشنے کی طاقت رکھتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ محمد مصطفی ﷺ کے عباد بن جاؤ۔

چنانچہ یہ جو تثلیث کا مسئلہ اور ہماری خاطر نجات دہندہ نے اپنے آپ کو نعوذ باللہ من ذالک لعنت میں ڈالا یہ جو تصور پیش کیا تھا ان سب کا بطلان کر دیا اس آیت میں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو تو سپردگی چاہئے۔ پس وہ وجود جو خدا کے سپرد ہو گیا کلیۃً کامل طور پر اس کا ہو گیا اگر تم اس کے پیچھے آنا چاہتے ہو تمہیں یہ خوف دامن گیر نہ رہے کہ ہم گناہ گار رہیں ہم کیسے پیچھے لگیں گے۔ ہم کہاں ہوتے ہیں محمد مصطفی ﷺ کی پیروی کرنے والے یہ خیال دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ فرمایا نہیں اگر اس وجود کی

پیروی کرو گے تم دیکھو گے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا محمد رسول کریم ﷺ کی سنت آپؐ کی طرز زندگی سے خدا کو اتنا پیار ہے کہ آپ کی خاطر اس حسن، اس ادا کی خاطر جو تم اختیار کرو گے محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں اللہ تعالیٰ تمہارے ہر قسم کے گناہ معاف فرماتا چلا جائے گا۔ اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ یقیناً وہ بہت ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربان ہے۔

پھر ایک اور مقام پر یہ تو منفی لحاظ سے جو خوف تھے وہ دور کئے مختلف لحاظ سے امیدوں کو آخری مقام تک پہنچا دیا فرمایا:۔

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۷۰﴾ (النساء: ۷۰)

جب محمد مصطفی ﷺ کی پیروی کا حکم دیا جاتا ہے محبت کے نتیجے میں پیار کی وجہ سے تو فرمایا اس کے بعد جب میں کہتا ہوں تم میرے محبوب بن جاؤ گے تو اس طرح محبوب بنا کر میں تمہیں کیا دوں گا۔ تو وعدے میں وضاحت بھی تو ہونی چاہئے کہ محبوب کے ساتھ خدا کیا سلوک فرمائے گا فرمایا اگر محمد مصطفی ﷺ کی پیروی کرو اس وجہ سے کہ یہ خدا کی پیروی کرنے والا مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ ایک بریکٹ میں باندھ دیا ہے ایک کی پیروی دوسری کی پیروی سے الگ نہیں ہو سکتی یہ مضمون بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ پھر دیکھو گے کہ خدا کے انعام کی بارشیں برستیں ہیں تم پر اور تم دیکھو گے کوئی انعام بھی ایسا نہیں ہو گا جو پیروی کے نتیجے میں نہ پا سکو۔

مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ کتنی عظیم الشان بلند پہاڑوں کی طرح انعام ہیں نبیوں کا انعام فرمایا تمہاری اطاعت کا درجہ یہ طے کرے گا کہ تم اس پیروی کے نتیجے میں خدا کے کتنے محبوب بنتے ہو۔ اگر صالحیت تک ہی پہنچتے ہو تو وہ انعام بھی خدا نہیں روکے گا اور اگر آگے بڑھ کہ شہادت کے مقام تک پہنچ جاتے ہو تو تمہیں محمد مصطفی ﷺ کی غلامی سے شہادت کا مقام نصیب ہو گا۔ اگر اس سے آگے قدم رکھنے کی ہمت ہے اور صدیقیت کی شان اپنے اندر پیدا کرتے ہو تو یقین جانو کہ محمد مصطفی ﷺ کی

غلامی انہیں صدیقیت کے مقام تک پہنچائے گی اور یہ انعام بھی تم پر نازل ہوگا اور اگر اس سے بھی آگے بڑھنے کی طاقت ہے اور اپنا کامل وجود محمد مصطفی ﷺ میں کھو دینے کی عظمت پاتے ہو پھر یقین جانو کہ تمہیں ظلی نبوت بھی عطا ہوگی جو محمد مصطفی ﷺ کی غلامی کے نتیجہ میں عطا ہو سکتی ہے۔ لامتناہی انعامات کے دروازے کھولتی چلی جارہی ہے یہ محبت جس محبت کی طرف اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے اور آغاز اس کا اس دعوے سے، اس تمنا سے، اس اقرار سے ہوا کہ ہم خدا سے محبت کرتے ہیں۔

سارے رستے کھول دیئے، سارے پہلو اس کے بیان فرمائے لیکن یہ مضمون تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا قرآن کریم پر حاوی ہے اور قرآن کریم میں ہر طرف پھیلا پڑا ہے۔ اس موضوع کے تمام پہلو پر تو چند خطبات میں روشنی ڈالی نہیں جاسکتی مگر میں نے ایک دو امور ان خطبوں کے لئے چنے ہیں۔

آخر پر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اقرار آپ کے سامنے رکھتا ہوں ایک ایسے شخص کا اقرار جس نے اپنے آپ کو سپرد کیا، جس نے محبت کی اور آنحضرت ﷺ کو محبوب پایا۔ اس قدر عشق آپ کے دل میں حضرت رسول اکرم ﷺ کا موجزن تھا اس کی کوئی مثال آپ کو اور کہیں دکھائی نہیں دے گی نہ دنیا کے عاشقوں میں، نہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد روحانی عاشقوں میں کہیں آپ یہ نظارہ دیکھیں۔ ایک موقع پر فرمایا۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

(درثمین فارسی صفحہ: ۱۴۱)

تم صداقت محمد مصطفی ﷺ کی دلیل مانگتے ہو تو ایک ہی دلیل ہے تم عاشق ہو جاؤ اس کے۔ اب ایک ایسا شخص جو اس عظیم الشان عرفان کے تجربے میں سے نہ گزرا ہو وہ یہ بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ فرمایا محمد مصطفی ﷺ کو پانا جو ہے وہ تو حسن کے رستے سے پانا ہے۔ تم منطقی دلائل کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ ایک حسین دلیل ہے اس کو دیکھو اور عاشق ہو جاؤ ''محمدؐ ہست برہان محمدؐ'' محمدؐ خود اپنے حسن کی دلیل ہے اس سے زیادہ اور کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی۔ پھر فرماتے ہیں:۔

''میں نے محض خدا کی فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے

کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جو سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

اور میں اس جگہ یہ بھی بتاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہے راز ساری باتوں کا جس پر ہر چیز کی تان ٹوٹتی ہے۔ اس سے پہلے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک میں نے تحریر پڑھ کر سنائی تھی جس میں نقطہ بیان فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا آخری نقطہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا دماغ سے تعلق نہیں ہے اور وہی بات رسول اکرم ﷺ کی پیروی کے متعلق آپ بیان فرماتے ہیں۔

”یاد رہے کہ وہ قلب سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہو جاتا ہے پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ: ۶۴)

اس مضمون کے جو چند پہلو ہیں آج بیان کرنا چاہتا تھا وقت چونکہ تھوڑا ہو رہا ہے اس لیے ان چند کا بیان بھی چلے گا، لیکن میں نے آپ سے گزشتہ خطبے میں یہ ذکر کیا تھا کہ میں ایک تحریک جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس کا اس مضمون سے تعلق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت کے نتیجے میں انسان تحائف پیش کرتا ہے اور قرآن کریم نے ہر چیز جو خدا کی راہ میں پیش کی جاتی ہے اس کے ساتھ محبت کی شرط لگا دی ہے بلکہ نیکی کی تعریف میں محبت کے

تحفے کو بطور شرط کے داخل فرما دیا۔ فرمایا: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران: ۹۳) کہ تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے نیکی کی باتیں کرتے ہو تمہیں پتا کیا ہے کہ نیکی کیا ہے تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پاسکو گے اگر یہ راز جان لو کہ خدا کے راستے میں وہ خرچ کرو جس سے تمہیں محبت ہے۔ اپنی محبوب چیز ان کو خدا کی راہ میں پیش کرنا سیکھو پھر ہاں تم کہہ سکتے ہو کہ ہاں ہم نے نیکی کا مفہوم سمجھ لیا ہے۔ تو وہاں بھی محبت ہی کا مضمون جاری ہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے بعض دفعہ عیسائیوں کے اس ادعا پر کہ اسلام کو محبت کا کیا پتا۔ محبت کی تعلیم تو عیسائیت نے سکھائی ہے۔ میں حضرت مسیح کی تعلیم کا کچھ نا کچھ اقتباسات بھی ساتھ لے کر آیا تھا مگر اب ان کو پڑھ کر سنانے کا وقت نہیں ہے۔ اسے آپ پڑھ کہ دیکھیں آپ کو نمایاں فرق محسوس ہوگا کہ اسلام کی محبت کی تعلیم اتنی وسیع، اتنی کامل ہے کہ اگر چہ مسیح کی محبت کی تعلیم تو بہت ہی حسین ہے بہت ہی دلکش ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن جب مقابلے پر رکھتے ہیں یوں لگتا ہے کہ اس چہرے پہ نور نہیں رہا، پھیکی پڑنے لگ جاتی ہے اسلام کی تعلیم کے مقابلے پر لیکن ہرگز اپنی ذات میں وہ حسن سے خالی نہیں۔ بہت ہی پیاری بہت دلکش تعلیم اس سے کوئی انکار نہیں مگر اسلام نے جس طرح اس محبت کی تعلیم کو انسانی زندگی کے ہر جزو میں داخل کر دیا ہے اس تفصیل کے ساتھ آپ کو کسی اور مذہب میں محبت کے فلسفے کا بیان نہیں ملے گا فرمایا لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ تم نیکی کو جانتے ہی نہیں تمہیں پتا ہی کیا ہے نیکی کیا ہوتی ہے؟ اگر یہ بات سیکھو تو خدا کے کی راہ میں سب سی اچھی چیز سب سے پیاری چیز قربان کرنا نہ شروع کر دو یا خدا کی راہ میں اپنی سب سے پیاری چیز دینے کی تمنا اگر تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوتی تو تم نیکی کو نہیں جانتے۔

اس کسوٹی پر جب ہم انبیاء کو پرکھتے ہیں اور خصوصاً حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں یہ چیز درجہ کمال کو پہنچی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں جو محبت کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہمیں اچھی چیز پیش کرنی چاہئے اور پھر سوچتے ہیں اور متردد رہتے ہیں یہ پیش کروں یا وہ پیش کروں، یہ پیش کروں کہ وہ پیش کروں۔ چنانچہ صوفیاء کے بھی بہت سے دلچسپ واقعات اس میں ملتے ہیں اور عام دنیا میں محبت کرنے والوں کے بھی بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ ایک خیال آیا یہ مجھے چیز سب سے زیادہ پیاری ہے پھر خیال آیا کہ نہیں یہ زیادہ

پیاری ہے پھر خیال آیا کہ زیادہ پیاری ہے اور پھر آخر وہی پیش کی۔

چنانچہ ہمایوں کے متعلق بھی بابر نے جب یہ سوچا کہ ہمایوں کی زندگی بچانے کے لئے میں خدا کے سامنے اپنی کوئی پیاری چیز پیش کروں تو کہتے ہیں کہ بابر اس کے گرد گھومتا رہا اور اس نے سوچا کہ میں یہ ہیرا جو بہت پیارا ہے یہ دے دوں اسے خیال آیا یہ ہیرا کیا چیز ہے میں یہ دے دوں پھر خیال آیا کہ پوری سلطنت مجھے بہت پیاری ہے۔ یہ پوری سلطنت دے دیتا ہوں اور پھر سوچتا رہا پھر آخر اس کو خیال آیا اس کے نفس نے اس کو بتایا کہ تمہیں تو اپنی جان سب سے زیادہ پیاری ہے۔ اس وقت اس نے عہد کیا اور خدا سے دعا کی کہ اے خدا! واقعی اب میں سمجھ گیا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ پیاری چیز میری جان ہے، میری جان لے لے اور میرے بیٹے کی جان بچالے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعۃً اس وقت کے بعد سے ہمایوں کی صحت سدھرنے لگی اور بابر کی صحت بگڑنے لگی۔ تو لوگ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ کیا چیز پیاری ہے اور کیا کم پیاری ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں سوچا بلکہ اپنا سب کچھ پیش کر دیا اپنا سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا چونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔ اپنی ہر چیز پیاری ہوتی ہے اور جب وہ زیادہ پیاری چیز دیتا ہے تو اس کے دل میں اطمینان رہ جاتا ہے کہ کچھ کم میں نے اپنے لئے بھی روک لی ہے اس سے کم جب پیاری دے دیتا ہے تو پھر اس کو کچھ نہ کچھ اپنے ہاتھ میں بھی دکھائی دیتا ہے اور وہ پھر اس کے بعد اس سے سب سے زیادہ پیار ہو جاتا ہے جو چیز پیچھے ہٹتی چلی جاتی ہے وہ زیادہ پیاری ہوتی چلی جارہی ہوتی ہے۔ کسی ماں کا سب سے لاڈلا بچہ مر جائے تو دوسرے بچے سے پہلے سے بڑھ کر پیار ہو جاتا ہے اور یہ مضمون انسانی فطرت کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے یہ سودا نہیں کیا کہ اے خدا میں نے اپنی سب سے پیاری چیز جب پیش کر دی یعنی اپنی جان دے دی اس لئے اب باقی چیزیں میری رہ گئیں لیکن فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام: ۱۶۳) اے محمد! تو محبت کرنا سکھا ان غلاموں کو۔ یہ تیرے غلام بن چکے ہیں مگر نہیں جانتے کس طرح مجھ سے محبت کی جائے تو محبت کے راز بتا ان کو۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ خدا کا حکم نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کے در پردہ عشق کے راز نہ بتاتے کسی کو۔ یہ بھی ایک عجیب حسین پہلو ہے جو میری نظر میں ابھرا اور بے ساختہ دل اور فریفتہ ہو گیا۔ بعض جگہ حکماً خدا تعالیٰ نے اپنے راز و نیاز کی باتیں بنی نوع انسان

کو بتانے پر پابند فرما دیا آنحضرت ﷺ کو۔ ورنہ یہ بتاتے تو لوگوں کو پتا چلتا اتنا حسین ہے اس شان کا نبی جو اس قدر منکسر المزاج ہو۔ اس کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے حسن پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے اور اپنی کمزوریاں کو چھپاتا نہیں اور یہی بنیادی فرق ہے۔ مادہ پرست اور خدا پرست میں، مادہ پرست اپنی کمزوریوں پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے اور اپنے معمولی سے حسن کو بھی اچھالتا اور دکھاتا اور اس کی نشوونما کرتا ہے اور پبلسٹی اس کی زندگی کے ہر شعبے کا ایک جزو لاینفک بن جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے حکماً رسول اکرم ﷺ کو پابند فرمایا کہ تیری بعض خوبیاں جو میری نظر میں ہیں تیرے غلاموں کا بھی حق ہے کہ ان کو پتا چلے اس لئے کہ تا وہ تمہاری پیروی کر کے مجھ تک پہنچنا سیکھ جائیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ اپنا سب کچھ دے دو۔

چنانچہ انبیاء کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دینے کی خاطر یہ سوچتے کہ ہم اور کیا دیں اور کیا دیں، اپنی اولادیں بھی پیش کرتے ہیں اور بعض دفعہ ابھی اولاد پیدا بھی نہیں ہوتی تو پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ابرار کی یہ سنت ہے انبیاء کے علاوہ۔ جیسے حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ نے یہ التجاء کی خدا سے:۔

رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ (آل عمران: ۳۶)

کہ میرے رب جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے میں تیرے لئے ہے پیش کر رہی ہوں نہیں پتا کیا چیز ہے لڑکی ہے یا لڑکا ہے۔ اچھا ہے یا برا ہے مگر جو کچھ ہے وہ سب کچھ تمہیں دے رہی ہوں تو فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ مجھ سے قبول فرما اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ تو بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ سنتا ہے اور علم رکھتا ہے اس کا اس مضمون کا الگ تعلق ہے اس لئے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے مگر بہر حال یہ دعا حضرت مریمؑ کی والدہ جو آل عمران سے تھیں کی خدا تعالیٰ کو ایسی پسند آئی جسے قرآن کریم میں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر لیا اور پھر حضرت ابراہیمؑ کی دعا اپنی اولاد کے متعلق اور دوسرے انبیاء کی دعائیں اپنی اولاد کے متعلق یہ ساری قرآن کریم نے محفوظ فرما دیں۔ بعض جگہ آپ کو ظاہر طور پر وقف کا مضمون نظر نہیں آئے گا جیسا کہ یہاں آیا ہے مُحَرَّرًا اے خدا! میں تیری راہ میں اس بچے کو وقف کرتی ہوں لیکن بسا اوقات آپ کو یہ دعا نظر آئے

گی کہ اے خدا جو نعمت تو نے مجھے دی ہے وہ میری اولاد کو بھی دے اور ان میں بھی انعام جاری فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رنگ میں دعا کی لیکن حقیقت میں اگر آپ غور کریں تو جو انعام مانگا جا رہا ہے وہ وقف کامل ہے۔ کامل وقف کے سوا نبوت ہو ہی نہیں ہوسکتی اور سب سے زیادہ بنی نوع انسان سے آزاد یعنی محرر اور خدا کی غلامی میں جکڑا جانے والا نبی ہوتا ہے۔

تو امر واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں نبوت کو جاری فرما تو اس دعا کا حقیقی معنی یہ ہے میری اولاد کو ہمیشہ میری طرح غلام در غلام بناتا چلا جا۔ اپنی محبت میں اپنی اطاعت میں جکڑتا چلا جا اتنا کامل طور پر جکڑ لے کہ دنیا میں کوئی آزادی کا پہلو نہ رہے۔ تو مُحَرَّرًا کے مقابل پر دنیا سے آزاد کر کے میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ مضمون اور بھی زیادہ بالا ہے وقف کا کہ میری اولاد کو تو اپنی غلامی میں جکڑ لے اور کوئی پہلو بھی آزاد نہ رہنے دے۔

بہرحال یہ بھی ایک پہلو ہے کہ جو کچھ تھا وہ تو دیا خدا کی راہ میں لیکن جو بھی ہاتھ میں نہیں آیا وہ بھی پیش کرنے کی تمنا رکھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی چلہ کشی کی تھی اس مضمون میں چالیس دن یہ گریہ زاری کرتے رہے دن رات کہ اے خدا! مجھے اولاد دے اور وہ دے جو تیری غلام ہو جائے۔ میری طرف سے تحفہ ہو تیرے حضور۔

پس میں نے یہ سوچا کہ ساری جماعت کو میں اس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دعوت الی اللہ کے ذریعے وہاں اپنے آئندہ ہونے والے بچوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کر دیں اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا! ہمیں ایک بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک بیٹی ہی ہمارے لئے مقدر ہے تو ہماری بیٹی ہی تیرے حضور پیش ہے۔ مَا فِيْ بَطْنِيْ جو کچھ بھی میرے بطن میں ہے یہ مائیں دعائیں کریں اور والدین بھی ابراہیمی دعائیں کریں کہ اے خدا! انہیں اپنے لئے چن لے اور اپنے لئے خاص کر لے تیرے ہو کر رہ جائیں اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کے غلام بن کے اس صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہم خدا کے حضور تحفے پیش کر رہے ہیں اور اس کی شدید ضرورت ہے آئندہ سو سالوں میں جس کثرت سے اسلام نے ہر جگہ پھیلنا ہے وہاں لاکھوں تربیت یافتہ

غلام چاہئیں جو محمد رسول اللہ ﷺ اور خدا کے غلام ہوں۔

واقفین زندگی چاہئیں کثرت کے ساتھ اور ہر طبقہ زندگی کے ساتھ واقفین زندگی چاہئیں۔ ہر ملک سے واقفین زندگی چاہئیں۔ اس سے پہلے جو ہم تحریک کرتے رہے ہیں بہت کوشش کرتے رہے لیکن بعض خاص طبقوں نے عملاً اپنے آپ کو وقف زندگی سے مستثنیٰ سمجھا اور عملاً جو واقفین سلسلہ کو ملتے رہے وہ زندگی کے ہر طبقے سے نہیں آئے۔ بعض بہت صاحب حیثیت لوگوں نے بھی اپنے بچے پیش کئے لیکن بالعموم دنیا کی نظر میں جس طبقے کو بہت زیادہ عزت سے نہیں دیکھا جاتا درمیانہ درجہ کا غریبانہ جو طبقہ ہے اس میں سے وہ بچے پیش ہوتے رہے۔ اس طبقے کے ان واقفین زندگی کا آنا ان واقفین زندگی کی عزت بڑھانے کا موجب ہے عزت گرانے کا موجب نہیں، لیکن دوسرے طبقے سے نہ آنا ان طبقوں کی عزت گرانے کا ضرور موجب ہے۔

پس میں اس پہلو سے مضمون بیان کررہا ہوں ہرگز کوئی یہ غلط فہمی نہ سمجھے نعوذ باللہ من ذالک جماعت محروم رہ جائے گی اور جماعت کی عزت میں کمی آئے گی اگر ظاہری عزت والے لوگ اپنے بچے وقف نہ کریں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان خاندانوں کی عزتیں باقی نہیں رہیں گی جو بظاہر دنیا میں معزز اور خدا کے نزدیک وہ خود اپنے آپ کو آئندہ ذلیل کرتے چلے جائیں گے اگر خدا کے حضور انہوں نے اپنے بچے پیش کرنے کا گر نہ سیکھا اور یہ سنت انبیاء ہے۔ انبیاء کے بچوں سے زیادہ معزز بچے اور کوئی بچے دنیا میں نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اس عاجزی سے وقف کئے ہیں اس طرح منتیں کر کے وقف کئے ہیں، اس طرح گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے، روتے ہوئے وقف کئے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے ان کو دیکھ کر۔ پس اگلی صدی کو شدید ضرورت ہے کہ جماعت کے ہر طبقے سے لکھوکھہا کی تعداد میں واقفین زندگی ایک صدی کے بعد ہم دراصل خدا کے حضور تحفہ پیش کررہے ہوں گے لیکن استعمال تو اس صدی کے لوگوں نے کرنا ہے بہر حال۔ یہ تحفہ ہم اس صدی کو دینے والے ہیں اس لئے جن کو بھی توفیق ہے وہ اس تحفے کے لئے بھی تیار ہو جائیں ہوسکتا ہے اس نیت کی اس نذر کی برکت سے بعض ایسے خاندان جن میں اولاد نہیں پیدا ہو رہی اور ایسے میاں بیوی جو کسی وجہ سے اولاد سے محروم ہیں اللہ تعالیٰ اس قربانی کی روح کو قبول فرماتے ہوئے ان کو بھی اولاد دے دے۔

خدا تعالیٰ اس سے پہلے یہ کر چکا ہے جو انبیاء اولاد کی دعائیں مانگتے ہیں وقف کی خاطر مانگتے ہیں تو بعض دفعہ بڑھاپے میں بھی تو اولاد ہو جاتی ہے ایسی صورت میں بھی ہو جاتی ہے کہ بیوی بھی بانجھ اور خاوند بھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو دیکھیں اس شان سے دعا کی تھی یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں میرا سر بھڑک اٹھا ہے بڑھاپے کے شعلوں سے اور ہڈیاں تک گل گئیں اور میری عاقر یعنی اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی کوئی نہیں ہے لیکن میری یہی تمنا ہے کہ تیری راہ میں ایک بچہ پیش کروں اس لئے میری تمنا کو قبول فرما: وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ (مریم:۵) اے میرے رب میں تیرے حضور یہ دعا کرتے کرتے کبھی بھی مایوس نہیں ہوا۔ میں کبھی بھی تیرے حضور مایوس نہیں ہوا شَقِيًّا کا لفظ حیرت انگیز فصاحت و بلاغت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا! میں ایسا بدبخت تو نہیں کہ تیرے حضور دعا کر رہا ہوں اور مایوس ہو جاؤں اور تھک جاؤں۔ اس عظمت کی اس درد کی دعا تھی کہ اسی وقت دعا کی حالت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے یحییٰ کی خوش خبری دی خود اس کا نام رکھا اور اس میں بھی عظیم الشان خدا کے پیار کا اظہار ہے۔

عجیب کتاب ہے قرآن کریم ایسی ایسی پیار کی ادائیں سکھاتی ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے آپ سوچتے ہیں کس سے نام رکھواؤں اور اسی جذبہ جو للّٰہی ہی محبت سے جماعت احمدیہ کو ہر خلیفہ وقت سے ہوتی ہے بعض لوگ بلکہ بڑی کثرت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ نام رکھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ حضرت زکریاؑ کہتے کہ اے خدا میں اس کا کیا نام رکھوں یا سوچتے کہ میں کیا نام رکھوں خوشخبری کے ساتھ ہی فرمایا اسْمُهٗ يَحْيٰى (مریم:۸) ہم رکھ رہے ہیں نام۔ یہ پیار حضرت زکریا علیہ السلام سے تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام کے دعا سے پیار تھا۔

پس اس رنگ میں آپ اگلی صدی میں جو خدا کے حضور تحفے بھیجنے والے ہیں یا بھیج رہے ہیں مسلسل احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بے شمار چندے دے رہے ہیں مالی قربانیاں کر رہے ہیں، وقت کی قربانیاں کر رہے ہیں، واقفین زندگی ہیں، تو ایک تحفہ جو مستقبل کا تحفہ ہے وہ باقی رہ گیا تھا۔ مجھے خدا نے یہ توجہ دلائی کہ میں آپ کو بتا دوں کہ آئندہ دو سال کے اندر یہ عہد کر لیں کہ جس کو بھی جو اولاد نصیب ہو گی وہ خدا کے حضور پیش کر دے گا اور اگر آج کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی اس

تحریک میں اگر پہلے شامل نہیں ہوسکی تھیں تو اب ہو جائیں وہ بھی یہ عہد کرلیں لیکن ماں باپ کو مل کر کرنا ہوگا دونوں کو اکٹھے فیصلہ کرنا چاہئے تا کہ اس سلسلے میں پھر یکجہتی بھی پیدا ہو اولاد کی تربیت میں اور بچپن سے ان کی اعلیٰ تربیت کرنا شروع کر دیں اور اعلیٰ تربیت کے ساتھ ان کو بچپن سے ہی اس بات پر آمادہ کرنا شروع کریں کہ تم ایک عظیم مقصد کے لئے کے عظیم الشان وقت میں پیدا ہوئے ہو جبکہ غلبہ اسلام کی ایک صدی، غلبہ اسلام کی دوسری صدی سے مل رہی تھی اس جوڑ پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور اس نیت اور دعا کے ساتھ ہم نے تجھ کو مانگا تھا خدا سے کہ اے خدا تو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لئے اس کے عظیم الشان مجاہد بن جاؤ۔ اگر اس طرح دعائیں کرتے ہوئے لوگ اپنے آئندہ بچوں کو وقف کریں گئے تو مجھے یقین ہے کہ بہت ہی حسین اور بہت پیاری ایک نسل تمہاری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے لئے تیار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

ہماری جماعت کے ایک بہت ہی مخلص اور ہر دل عزیز خادم، انگلستان کی جماعت کے بہت ہی معروف پرانے خادم ہیں یعنی ہدایت اللہ صاحب بنگوی ان کی درخواست آئی ہے کہ مکرمہ فضل بی بی صاحبہ جوان کی تایازاد بہن اور بھاوجہ تھیں اور موصیہ تھیں اور بہت ہی مخلص فدائی احمدی تھیں وہ بہت دعا گو بزرگ خاتون تھیں وہ ۹۲ سال کی عمر میں وفات پا گئی ہیں اور ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے۔

ان کے ساتھ ہی تین اور جنازوں کے لئے اطلاع ملی ہے ان کی بھی ان کے ساتھ ہی نماز جنازہ غائب ہوگی۔

انصری بیگم صاحبہ موصیہ تھیں قاضی رشید الدین صاحب واقف زندگی پنشنر ربوہ کی اہلیہ تھیں۔ بشیر بی بی صاحبہ چوہدری محمود نواز صاحب چک 9 پنیار ضلع سرگودھا کی اہلیہ تھیں اور مکرم سردار احمد صاحب سعد اللہ پور ضلع گجرات کے ممبر جماعت احمدیہ ہیں ان کی تفصیل مجھے بتائی نہیں گئی۔ بہر حال ان سب کی نماز جنازہ غائب انشاء اللہ جمعہ کے معاً بعد ہوگی۔